دکن کے صوفیاء کرام

جناب رؤف خیر

بادشاہوں نے شعراء کی طرح صوفیاء و اولیاء کی بھی بڑی قدر و منزلت کی ہے۔ البتہ بعض صوفیاء ایسے بھی گزرے ہیں جو بالکل گوشہ نشین اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور بادشاہوں سے ملنا تک گوارا نہ کیا۔ صوفیاء کرام کی خانقاہیں عوام و خواص کے لیے مدرسوں کا کام بھی کیا کرتی تھیں۔ صوفی کی علمیت اور اس کے کردار کی شہرت کے تناسب سے طلبہ میں کمی بیشی ہوا کرتی تھی۔ تشنگانِ علم دور دور سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے صوفیوں کے پاس آتے تھے۔

صوفیاء و اولیاء کے درس دینے کا طریقہ بھی انتہائی نفسیاتی ہوا کرتا تھا۔ ہر شخص کو اس کے مزاج اور صلاحیت کے اعتبار سے تعلیم دی جاتی تھی۔ ایک ہی نصاب ہر کس و ناکس پر لاگو نہیں کیا جاتا تھا۔

حکمرانوں نے نہ صرف صوفیاء کی بڑی قدر کی بلکہ خانقاہوں کی سرپرستی بھی کی۔ جس طرح فنونِ لطیفہ کے ماہرین نے اپنے فن کی سچی داد پانے کے لیے فن کے قدرداں حکمرانوں تک رسائی حاصل کی ہے اسی طرح حکمرانوں کی اعلیٰ ظرفی کا شہرہ سن کر صوفیاء نے ان کی حدودِ سلطنت میں قدم رکھا تاکہ دین و دنیا کا بھلا ہو۔ یہی سبب ہے کہ جن مقامات کو سیاسی مرکزیت حاصل رہی ہے وہیں صوفیاء نے بھی اپنے خیمے نصب کیے۔ البتہ بعض ایسے صوفیاء بھی ہوئے ہیں جنھوں نے غیر مشہور علاقوں کو اپنے وجود سے عزت بخشی۔

خانقاہی نظام اور شاہی نظام میں عموماً ٹکراؤ نہیں ہوتا تھا۔ بیشتر اربابِ خانقاہ کو حکمرانوں نے جاگیریں بخشیں۔ خانقاہی اخراجات کی پابجائی کے لیے سرکاری خزانہ سے روزینے مقرر تھے۔ کچھ صوفیاء پر تو بادشاہِ وقت اس قدر مہربان ہوا کہ ان سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کردیں۔ جیسے ابراہیم قلی قطب شاہ کے ایک داماد اگر حضرت حسین شاہ ولیؒ ہیں تو دوسرے سید

میراں حسینی پیر بغدادی حموی حسنیؒ ہیں (لنگر حوض والے)

بیشتر صوفیاء نے اپنے اپنے وطن سے ہجرت کر کے ہندوستان کے مختلف علاقوں کو اپنا مرکز و مستقر بنایا۔ کبھی اپنے مرشد کے حکم پر اور کبھی حکمراں کی دعوت پر۔

حکمرانوں کی سرپرستی نے انھیں بے فکری عطا کی اور وہ اپنے تعلیمی و تبلیغی مشن میں مصروف رہ سکے۔ بعض صوفیاء نے تو شیخ الاسلام یعنی سرکاری مفتی کا منصب بھی قبول کیا اور بادشاہ کی خوشنودی کا خاص خیال رکھا۔ اس طرح خانقاہی نظام عوامی سطح اور درباری سطح دونوں جگہ کامیاب و بامراد ٹھیرا۔ (حیدرآباد دکن کے مشہور بزرگ بادشاہ حسینی، نظام حیدرآباد کے درباری واعظ یعنی شیخ الاسلام رہے ہیں)

ہندوستانی مزاج ہی میں چونکہ عقیدت اور مرعوبیت پائی جاتی ہے جس کا فائدہ کبھی آریاؤں نے اٹھایا تھا اور کبھی انگریزوں نے۔ ذات پات کے جھگڑوں اور راندھی عقیدتوں نے صوفیاء کے لیے راہ ہموار کی۔ اعلائے کلمۃ الحق میں وہ چھوٹی چھوٹی مگر اہم باتیں ملی جلی زبان میں پیش کرتے اور یوں اپنا اثر قائم کرتے۔ اس طرح سیدھے سادے بے علم اور معصوم قسم کے لوگ ان کے ذریعہ دین کی باتیں سمجھنے کی کوشش میں انھیں اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ان کا دامن تھام لیتے۔

ہندوستان میں صوفیاء کے چار مسالک مقبول ہوئے۔ یہی مسالک دکن بھی پہنچے ان مسالک کے بانیوں یا پیشواؤں کو دکن میں بھی سر آنکھوں پر بٹھایا گیا۔ خانقاہی نظام کی کسی زمانے میں بڑی وسیع خدمات تھیں۔ جیسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی خانقاہ جو عوام و خواص دونوں کے لیے یکساں طور پر ہمیشہ کھلی رہتی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی وجہ سے ہندوستان میں اسلام زندہ رہ سکا ورنہ اکبر کے دین الٰہی نے تو بے دینی کی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بدعات و رسومات کا اس قدر زور تھا کہ اگر ان دونوں بزرگوں نے اُن خرافات کا رد نہ کیا ہوتا تو پتہ نہیں ہندوستان میں اسلام کا کیا حال ہوتا۔ "باقیات السیئات" کے طور پر ان خرافات کے اثرات آج بھی پائے جاتے ہیں۔

خانقاہی نظام کے چار سلسلے ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ۔ قادریہ سلسلہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔ جو "غوث اعظم" (یعنی سب سے

بڑا فریاد کا سننے والا) کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ حنبلی المسلک تھے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے ماننے والے (حنفی) ان کے بے حد معتقد ہیں۔ جگہ جگہ ان کے نام کے جھنڈے گھروں، سڑکوں اور درختوں پر لہراتے ہیں۔ حالانکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس طرح کی عقیدت مندی پر تنقید کی ہے۔ اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں جن بہتّر گمراہ فرقوں کی تفصیل بیان کی ہے اُن میں ان نام نہاد عقیدت مندوں کو بھی شمار کیا ہے[1]

حیدرآباد میں قادریہ سلسلے کی خانقاہیں یوں تو بہت ہیں یہاں اس مختصر سے مضمون میں چند خانقاہوں کا جائزہ ممکن ہے۔ دکن میں اس سلسلے کی پذیرائی اور استحکام نواب میر محبوب علی خاں نظام سادس کے دور میں انہی کی ایما پر ہوئی۔ سالار جنگ اور ان کے حلقہ کے لوگوں کے اثر سے خود کو بے نیاز ثابت کرنے کی ضد میں نظام نے شدت پسندی اختیار کی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک فرزند حضرت تاج الدین عبدالرزاق کی اولاد میں سے سات بزرگوں نے دکن میں قادریہ سلسلے کی خانقاہیں قائم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ جن کو سبعہ قادریہ یا سبعہ سادات اور ہفت اختری بھی کہا جاتا ہے۔ جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ حضرت سید یوسف قادری حموی المعروف حاجی الحرمین (م ۸۰۵ھ) (گلبرگہ)
۲۔ حضرت ابواسحاق قادری المعروف میاں قادری (م ۹۱۱ھ) (کرنول)
۳۔ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری لااُبالی (م ۱۰۵۰ھ) (کرنول)
۴۔ حضرت معشوق ربانی سید شاہ جلال الدین قادری (م ۹۹۹ھ) (ورنگل)
۵۔ حضرت سید میراں حسینی بغدادی (م ۱۰۵۰ھ) (لنگر حوض۔ حیدرآباد)
۶۔ حضرت شاہ رفیع الدین قادری (م ۱۰۱۹ھ) (گارکی ٹیکری۔ شیخ پیٹ۔ حیدرآباد)
۷۔ حضرت سید شاہ اسمٰعیل قادری (م ۱۰۱۸ھ) (نی لور۔ ضلع گلبرگہ)

میر محبوب علی خاں نظام سادس حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے اس قدر عقیدت رکھتے تھے کہ دکن میں "شاہی گیارہویں شریف" کی بنیاد ہی ڈال دی۔ ہر سال گیارہ ربیع الآخر کو باضابطہ سرکاری سطح پر جگہ جگہ گیارہویں منائی جاتی تھی اور خاص طور پر چار مینار (عمارت ہی

---

[1] ملاحظہ ہو غنیۃ الطالبین ۔۔۔ اکسٹھواں گمراہ فرقہ صـ ۲۰۸

میں) عبدالقادر جیلانیؒ کا چلّہ قائم کیا گیا جہاں دفتر امور مذہبی کی جانب سے ایک زمانے تک ہر سال گیارہویں کے موقع پر (گیارہ ربیع الثانی کو) عوام و خواص میں بریانی تقسیم کی جاتی تھی۔ اسی عقیدت کا شاخسانہ ہے کہ حیدرآباد کی تاریخی مکہ مسجد میں عین منبر کی بائیں جانب آج بھی ایک محراب بنا ہوا ہے جس کے اندر جلی حروف میں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" لکھا ہوا ہے[۱] اور اس محراب پر زعفرانی رنگ کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ بعض لوگ عقیدتاً پردہ ہٹا کر اس نام کا دیدار کرتے ہیں اور چہرے پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں۔ نظام کی سرپرستی کی وجہ سے قادری گھرانے کے لوگوں کے لیے نرم گوشہ پایا جانے لگا۔ نظام کے جتنے حلقہ بگوش تھے ان میں سے بیشتر قادری ہوگئے۔

قادری سلسلے کی اہم شخصیتوں کو بادشاہ کی طرف سے جاگیریں عطا ہوئیں اور کچھ قادریوں کو خزانے سے "یومیہ" ملا کرتا تھا۔ اس طرح حیدرآباد میں بادشاہِ وقت نظام دکن کی سرپرستی کی وجہ سے یہ سلسلہ چل پڑا۔ کچھ عام لوگوں نے بھی بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر اور انعام و اکرام سے سرفراز ہونے کے لیے اپنے سلسلے بغداد سے جوڑے۔ جبکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حسب نسب کی نہیں بلکہ صرف تقویٰ کی اہمیت ہے۔ اللہ کے پاس وہی مکرم ہے جو صاحب تقویٰ ہے۔ عوام الناس میں بھی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے گھرانے کے ہر آدمی کے لیے عقیدت پائی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ جب حضرت پیر نجم الدین گیلانی ۱۹۶۰ء کے آس پاس پہلی دفعہ حیدرآباد تشریف لائے تو عوام کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخین کا ایک ہجوم ان کی قدم بوسی کے لیے ٹوٹ پڑا۔ پیر نجم الدین گیلانی کو کلین شیو اور انگریزی سوٹ میں دیکھ کر بعض لوگوں کو بڑی حیرانی بھی ہوئی مگر بہر حال عقیدت میں کوئی فرق نہ آیا۔

حیدرآباد میں قادری سلسلے کے جو مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت سید میراں حسینی بغدادی جن کا مزار لنگر حوض میں ہے۔

۲۔ قادری چمن کے حضرت سید عمر حسینی۔ ان کے بیٹے حضرت بادشاہ حسینی جو نظام سابع میر عثمان علی خاں کے ہم عصر اور ان کے دربار کے سرکاری واعظ یعنی شیخ الاسلام بھی تھے

---

[۱] جامع مسجد دہلی میں بھی آثار شریف اور بزرگوں کی تصاویر تھیں۔ مرزا مظہر جانِ جاناں نے اس وقت کے بادشاہ، شاہ عالم (ثانی) سے شکایت کر کے وہ غیر اسلامی چیزیں وہاں سے نکلوائیں۔

سرکاری سطح پر منائی جانے والی مذہبی تقاریب کو خطاب کیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت خواجہ میاں صاحب، جنھوں نے حضرت خواجہ محبوب الہٰی کے نام سے شہرت پائی ان کے بیٹے حضرت یحییٰ پاشاہ تھے جن کا اثر حیدرآباد پر بہت رہا ہے۔ ان کے خانوادوں میں بیشتر لوگ سرکاری ملازم رہے ہیں۔ خاص طور پر سکریٹریٹ کے ملازمین ان کے معتقدین اور مریدین میں شامل ہیں۔

۴۔ قادریہ سلسلہ کے ایک اور بزرگ جناب رشید پاشاہ صاحب قبلہ ہیں جو امیر جامعہ نظامیہ بھی رہے۔ حال ہی میں سود کے جواز کے مسئلہ پر بعض دینی اور علمی حلقوں نے ان کی مخالفت کی۔

۵۔ حضرت سید عبداللطیف لاابالی کے سلسلے کے حضرت سید موسیٰ قادری کرنولی۔ پرانا پل حیدرآباد میں موسیٰ قادری کا احاطہ مشہور ہے۔ اسی گھرانے کے شہزادۂ غوث اعظم میر کاظم پاشاہ قادری المعروف مرشد پاشاہ حضرت احمد رضا بریلوی کے بڑے معتقد اور ان کے مسلک کے زبردست مبلغ بھی ہیں۔

۶۔ سیعہ قادریہ کے اک اور بزرگ حضرت ابوالحسن قادری بیجاپوری ہیں جو دکنی اردو کے ایک شاہکار "سکھنجن" کے مصنف ہیں۔ ان کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت سید حبیب اللہ قادری تخت نشین (کاروان، حیدرآباد) اور ولی اللہ قادری گنج شہیداں گزرے ہیں۔ اس سلسلے کے سجادہ نشین حضرت محمود پاشاہ تخت نشین تھے جو جمعیۃ العلماء کے صدر رہے تھے۔ ملک وملت کا درد رکھتے تھے۔ حال ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی جگہ ان کے فرزند اکبر نے سنبھالی۔

۷۔ شرفی چمن (سبزی منڈی) بھی قادری گھرانے کی ایک مشہور خانقاہ ہے۔ یہ بھی حضرت سید عبداللطیف لاابالی کرنولی کے سلسلے کے ایک بزرگ حضرت شرف الدین قادری کی قائم کردہ ہے۔ ان کے گھرانے کے حضرت سیف الدین قادری سیف کا ۱۹۷۰ء کے آس پاس انتقال ہوا ان کا شعری مجموعہ "ساغر سیف" بھی شائع ہو چکا ہے۔ اسی گھرانے کے ایک اور قابل فرد ڈاکٹر حمید الدین شرفی ہیں جو اپنی خطابت اور شعلہ بیانی کے لیے مشہور رہیں۔

ان کے علاوہ پرانے شہر کی اک اور خانقاہ پیر بغدادی ہے اور چڑیا گھر کے راستے

میں حضرت عبدالقدیر حسرت صدیقی کی خانقاہ "صدیق گلشن" بھی مرجع خلائق ہے۔ حضرت حسرت صدیقی بڑے پائے کے عالم، عربی و فارسی کے ماہر اور اردو کے شاعر تھے۔ ان کی شاعری کا مجموعہ بھی چھپ چکا ہے۔ یہ ہر فن مولا بزرگ تھے۔

چشتیہ سلسلہ بھی دکن میں خوب پھلا پھولا۔ یہ سلسلہ دراصل ابو اسحاق چشت سے جا ملتا ہے۔ اس کے اہم بزرگ حضرت سید علی ہجویری لاہوری ہیں جن کی کتاب "کشف المحجوب" ہر مسلک کے آدمی کے لیے قابلِ قبول ہے۔ اس میں آپ نے شریعت کی پابندی پر اصرار کیا ہے اور یہ اصول واضح کر دیا ہے کہ حقیقت، معرفت اور طریقت سب جھوٹ ہے اگر شریعت کے خلاف ہے۔ ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کو استحکام بخشنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان دنوں لاہور (پاکستان) میں سب سے بڑا مرجع خلائق انہی کا مزار ہے۔ روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے حضرت سید علی ہجویریؒ کے مزار پر چلہ کشی کی۔ چلہ کشی کے دوران اُن پر جو کشف ہوا اس سے وہ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے حضرت ہجویری کی "داتا گنج بخش" کا خطاب پس از مرگ بخشا اب وہ اسی خطاب سے جانے جاتے ہیں۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی کی تحقیق ہے کہ پاکستان میں جو مزار سید علی ہجویری کے نام سے منسوب ہے وہ ان کا نہیں بلکہ کسی اور بزرگ کا ہے۔ غلطی سے ان کے نام سے منسوب ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کے بانی اصل میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری ہیں۔ آپ ہی سے سارے ہندوستان میں اس کی شاخیں پھوٹیں۔ آپ اجمیر میں آسودۂ خاک ہیں۔

۲۔ خواجہ صاحب کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ چشتیہ سلسلے کے اہم بزرگ ہیں۔ یہ مہرولی (دہلی) میں مدفون ہیں۔

۳۔ بختیار کاکیؒ کے خلیفہ و جانشین ہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جو پاک پٹن۔ پاکستان میں آرام کر رہے ہیں۔

۴۔ حضرت گنج شکر کے خلیفہ و جانشین حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بدایونی ہیں اور جو دہلی کی سرزمین کو عزت بخشے ہوئے ہیں۔ آپ طوطی ہند حضرت امیر خسرو کے لیے "سب کچھ" رہے ہیں۔ حضرت گنج شکر کے دوسرے خلیفہ صابر کلیری ہیں جن سے سلسلۂ صابریہ منسوب ہے۔

۵۔ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ وجانشین حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی ہیں۔

۶۔ حضرت چراغ دہلی کے خلیفہ حضرت سید محمد الحسینی گیسو دراز جن کے نام سے دکنی اردو کا پہلا دریافت شدہ نثری رسالہ "معراج العاشقین" منسوب رہا مگر ڈاکٹر حفیظ قتیل مرحوم کی تحقیق میں یہ رسالہ ان کا تحریر کردہ نہیں بلکہ اسی گھرانے کے اک اور بزرگ حضرت مخدوم حسینی کا لکھا ہوا ہے۔

حیدر آباد میں چشتیہ خانقاہیں بھی بہت ہیں۔ چند ایک بزرگوں کا ذکر مختصراً یہاں ممکن ہے۔

۱۔ حضرات یوسفین (حضرت یوسف الدین اور حضرت شریف الدین) نام پلی میں آسودۂ خاک ہیں۔ یہ حضرت کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی کے چہیتے مرید تھے۔ جن کے آستانے سے ماہنامہ "آستانہ" مستحسن فاروقی نکالا کرتے تھے۔ حضرات یوسفین کے بارے میں کئی روایتیں مشہور ہیں ایک یہ کہ یہ دونوں بزرگ اورنگ زیب عالمگیر کے سپاہی تھے۔ دکن پر اورنگ زیب کی فتح میں انہی بزرگوں کے "سفارشی ٹھیکرے" کا دخل ہے جو انھوں نے قلعہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کے نام لکھا جو فتح میں سدّباب بنے ہوئے تھے۔ مگر تاریخی حقائق پر نظر رکھنے والوں کا خیال ہے کہ قلعہ گولکنڈہ کی فتح میں سپہ سالار عبداللہ خاں پنّی کی غداری کا دخل ہے حالانکہ ناتجربہ کار بادشاہ ابوالحسن تاناشاہ قلعہ بند ہوگیا تھا اور اس کے وفادار سپہ سالار عبدالرزاق لاری نے بڑی جاں نثاری سے جنگ کی تھی۔

۲۔ نام پلی ہی میں حضرت سید معین الدین حسینی المعروف شاہ خاموش کی خانقاہ بھی ہے جو سلسلۂ صابریہ میں حضرت حافظ محمد موسیٰ مانک پوری کے خلیفہ ہیں۔ حافظ صاحب کے ایک خلیفہ حضرت سید شاہ جمال الدین قادری ہیں جن کا مزار عنبر پیٹ روڈ پر قادر باغ میں ہے۔ ان کے مشہور خلیفہ سید ابراہیم بن سید عباس ادیب اور پروفیسر تھے انہی کے فرزند مولانا سید طاہر رضوی موجودہ شیخ الجامعہ ہیں۔ حضرت صابر حسینی صاحب کی خانقاہ صابریہ مشہور ہے جو مکہ مسجد کے بالکل عقب میں ہے۔ ان کے بیٹے حضرت قطب الدین حسینی صابری عربی کے پوسٹ گریجویٹ اور درگاہ شاہ خاموش کے سجادہ نشین تھے۔

۳۔ پرانے شہر میں حضرت شاہ راجو قتال کی خانقاہ بھی تھی۔ اسی مقام سے دکن کی تاریخ کا ایک اہم فیصلہ بھی ہوا تھا یعنی حضرت شاہ صاحب کا قطب شاہی حکومت میں اتنا اثر تھا کہ ان کے حکم پر ان کا ایک معمولی سا مرید ابوالحسن تاناشاہ نہ صرف یہ کہ قطب شاہی

گھرانے کا داماد ہوگیا بلکہ بادشاہ بھی ہوگیا۔

۴۔ٹولی چوکی کے آگے حضرت حسین شاہ ولیؒ کی خانقاہ بھی ہے۔ یہ ابراہیم قلی قطب شاہ کے داماد تھے۔حسین ساگر انہی کی نگرانی میں بنا اور انہی کے نام سے منسوب ہے۔ یہ خواجہ گیسودرازؒ کے پوتے ہوتے ہیں۔

۵۔حضرت مرزا سردار بیگ صاحب قبلہ (بھوئی گوڑے کی کمان) بھی چشتیہ گھرانے کی ایک خانقاہ ہے۔آپ حضرت حافظ محمد علی شاہ خیرآبادی کے خلیفہ تھے۔

۶۔چشتی چمن تو اپنے نام ہی سے چشتیہ سلسلے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس خانقاہ کے ایک بزرگ حضرت افتخار علی شاہ وطنؒ صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔ اسی گھرانے کے حضرت سید نوراللہ حسینی افتخاری صاحب توجمعیۃ العلماء کے صدر بھی تھے اور جادو بیان مقرر بھی تھے۔ ان کے بھائی حضرت سید ولی اللہ حسینی مشہور بزرگ ہیں۔ اسی خاندان کے ایک قابل سپوت پیرزادہ شبیر نقش بندی ہیں۔

چشتیہ سلسلے ہی میں ابوالعلائی گھرانہ بھی آتا ہے۔ امیر ابوالعلاء جہانگیر کے دربار کے ایک امیر تھے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں یہ اپنے چچا کے مرید تھے۔ امیر ابوالعلاء کا مزار آگرہ میں ہے۔ روایت ہے کہ اجمیر میں کشف کے بعد یہ چشتی ہو گئے تھے۔

دکن میں آنے والے ابوالعلائی سلسلے کے ایک بزرگ تھے شاہ محمد قاسم المعروف شیخ جی حالی۔ حضرت قاسم کے خلیفہ شیخ محمد شفیع المعروف جمعدار شاہ (اردو شریف میں مرشد کے پہلو میں دفن ہیں ان کے خلیفہ شاہ محمد حسن (آغاپورہ میں دفن ہیں) ان کے خلیفہ آغا محمد داؤد ہیں جن کا ایک مصرعہ ہے ؎

حساب کیا کوئی مجھ سے لے گا بتا تو میں کس حساب میں ہوں

انہی کے سجادہ نشین حضرت داؤد میاں صاحب ہیں۔

سلسلۂ نظامیہ فخریہ کے ایک بزرگ سید شاہ قاسم علی کلیمی ـ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی کے سلسلے سے ہیں۔ قاسم صاحب کے خلیفہ شیخ الہٰی بخش جن کا مزار درگاہ یوسفین میں ہے۔ شیخ الہٰی بخش کے بھتیجے اور داماد اور خلیفہ شاہ عبدالعزیز تھے جو حضرت سید عمر حسینی کے ہم عصر رہے ہیں۔ یہ وہی عزیز میاں صاحب ہیں جو جلال کوچہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس کھڑا سماع ہوا کرتا تھا شیخ الہٰی بخش صاحب کے دوسرے خلیفہ سید عبدالرحیم شاہ صاحب

تھے جو "گونگے مرشد" کے والد تھے۔ عبدالرحیم شاہ صاحب کے خلیفہ سید احمد علی شاہ صاحب تھے جن کا مزار عثمان پورہ مسلم میٹرنٹی ہوم کے پاس رہے ہے۔ حضرت سید احمد علی شاہ صاحب کے خلیفہ و جانشین حافظ سید محمد علی حسینی صاحب ہیں جو جامعہ نظامیہ کے فارغ اور عربی کالج کے پرنسپل اور متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے اہل سنت والجماعت میں پھیلی ہوئی بدعات و خرافات کے بارے میں "اہل سنت والجماعت کی حقیقت" لکھ دی۔ رجب کے کونڈے، "قادیانی ہی کافر کیوں؟" ان کی مشہور اور تحقیقی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی ایک اور تحقیقی کتاب ہے جس نے تہلکہ مچا رکھا ہے۔ خواجہ گیسو دراز صاحب (گلبرگہ) کے ملفوظات پر مبنی کتاب "جوامع الکلم" پر آپ نے جو تنقید و تبصرہ کیا وہ علمی حلقوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ آپ نے خواجہ صاحب کے ملفوظات ہی کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ خواجہ صاحب کا تعلق شیعیت سے تھا۔ خواجہ گیسو دراز صاحب کے مزار پر آج بھی نادِ علی (شیعہ حضرات کا وظیفہ) اور قریب ہی مزار کے اوپر باب الداخلہ پر شیعہ کلمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ، لکھا ہوا ہے۔

چشتیہ سلسلے میں سماع (قوالی) کو عین عبادت سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ روایت ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ پر دوران سماع اس قدر حال اور وجد طاری ہوا کہ وہ جاں بحق ہو گئے۔ دیگر سلسلے قوالی کے قائل نہیں۔ اس کے باوجود بعض سلسلوں کی خانقاہوں میں اب قوالی کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ درس و تدریس کے لیے لوگ اب سرکاری مدرسوں ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ درگاہوں اور خانقاہوں کو لوگ صرف عرس کے موقعوں پر سجانے اور سنوارنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ گویا رشد و ہدایت کے جو چشمے بزرگانِ دین نے جاری کیے تھے وہ اب صرف سماع اور عرس کی صورت میں زندہ ہیں۔ درسِ قرآن و درسِ حدیث کے لیے لوگ ملک میں پھیلے ہوئے بے شمار دینی مدرسوں اور جامعات میں اپنے بچوں اور بچیوں کا داخلہ کروانے لگے ہیں جو عالم، فاضل، حافظ اور معلمات بن کر دینِ حنیف کی ترویج و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ بدعات و رسومات و خرافات سے علمی گھرانے تو نالاں تھے ہی عوام بھی بیزار ہو گئے۔

ہند میں سہروردیہ سلسلے کی آمد علاء الدین خلجی کے عہد میں ہوئی۔ اس سلسلے کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں جو محی الدین ابن عربی کے ہم عصر تھے۔ اس سلسلے

کے دکن آنے والے پہلے بزرگ بابا شرف الدین تھے۔ بابا شرف الدین کی پہاڑی آج بھی ان کے ماننے والوں سے آباد ہے۔ ان کے علاوہ بابا فخر الدین ہیں جو حضرت حسین شاہ ولی کے مزار کے قریب ایک پہاڑی پر آرام فرما ہیں۔ یہ بزرگ حسن گنگو بہمنی کے دور میں دکن آئے تھے۔ جہانگیر پیراں روڈ پر اس سلسلے کے ایک اور بزرگ بابا شمس الدین کی خانقاہ بھی تھی جو آج بھی اپنے معتقدین اور مریدین کی ہر سال عرس کے موقعوں پر آماج گاہ بنی ہوتی ہے۔

نقش بندیہ ہی وہ واحد سلسلہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔ باقی تینوں سلسلے اپنے آپ کو حضرت علیؓ سے جوڑتے ہیں کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کچھ خاص ہدایات یا تعلیمات دی تھیں یہی علم لدُنی کہلاتی ہیں۔ یہ علم سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔

نقش بندیہ سلسلے کے بانی تھے حضرت بہاء الدینؒ نقش بندی (بخاری) اس سلسلے کے دیگر بزرگوں میں حضرت سید رضی الدین المعروف خواجہ باقی باللہؒ ہیں جن کا مزار قطب روڈ، سرائے خلیل۔۔ دہلی میں واقع ہے۔۔ ان کے مرید تھے حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ آپ کا خاندان فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔ اس لیے آپ کے نام کے ساتھ فاروقی بھی لکھا جاتا ہے۔ آپ ٩٧١ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت اکبر کے دینِ الٰہی کی وجہ سے اسلام کی صورتِ حال ناگفتہ بہ تھی ایسے حالات میں شیخ احمد سرہندیؒ نے اعلاء کلمۃ الحق میں سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ بادشاہ وقت جہانگیر نے انھیں موقع پرست زر پسند علماءِ سوء کے کہنے پر گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ آپ نے گوالیار کے تمام قیدیوں کی کایا پلٹ دی۔ سب کے سب سچے اور پکے مسلمان ہو گئے۔ جہانگیر نے بالآخر آپ کی رہائی کا حکم دیا۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کو بیش بہا مشوروں سے نوازا جہانگیر آپ کی علمیت اور کردار سے بہت متاثر ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کھل کر اسلام کی تبلیغ کی۔ بدعات اور رسومات و خرافات کے رد میں اپنے تمام مریدوں کے ساتھ حصہ لیا۔ بدعت حسنہ کے نام پر پھیلی ہوئی گمراہی کا رد بھی کیا۔ مسلم تہذیب اور دینی اقدار کا احیاء کیا۔ بے شمار کتابیں لکھیں۔ درس و تدریس کے سلسلے قائم رکھے۔ تقریباً (٥٤٦) کتابیں ایسی ہیں جو عوام و خواص میں مقبول رہیں آپ

کی چند ایک تصانیف کا اجمالی ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ اثبات النبوۃ : اس میں آپ نے ابوالفضل اور دیگر دہریوں کا رد کرکے آنحضرت صلعم کی نبوت کا بہ دلائلِ عقلیہ و نقلیہ نہایت شرح و بسط سے ثبوت فراہم کیا۔

۲۔ رسالہ علم حدیث ۔ ۳۔ رسالہ حالات خواجگان نقشبندیہ، ۴۔ شرح رباعیاتِ خواجہ باقی باللہؒ۔ ۵۔ رسالہ آداب المریدین ۶۔ رسالہ مبدا و معاد ۔ ۷۔ رسالہ معارف لدنیہ۔

ان کے علاوہ شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے معاصرین کو ۵۴۲ خطوط لکھے جو "مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ" کے نام سے ۱۹۱۴ء میں مع سوانح حیات، قاضی عالم الدین صاحب نے لاہور سے تین جلدوں میں شائع کیے۔ ان خطوط میں بعض آیات، احادیث اور تصوف کے نکات کی ایسی عالمانہ اور دلچسپ تشریح ہے کہ آج بھی مزہ دیتی ہے۔ مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی پہلی جلد ۱۹۱۴ء کے صفحہ ۱۶ پر اس سلسلے کے بارے میں لکھا ہے :

> "اس سلسلے کے پیر اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ جن کی شان یہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق۔ پس آپ کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے سے شریعت اور طریقت دونوں کی تکمیل ہوتی ہے.... نہ اس (نقشبندیہ سلسلہ) میں چلّہ کشی ہے نہ ذکر بالجہر، نہ سماع بالمزامیر، نہ قبور پر روشنی، نہ غلاف نہ چادر اندازی نہ ہجوم عورات نہ سجدۂ تعظیمی نہ سر کا جھکانا نہ بوسہ دینا نہ توحیدِ وجودی و دعویٰ انا الحق و ہمہ اوست، نہ مریدوں کو پیروں کی قدم بوسی کی اجازت نہ مرید عورتوں کی اُن کے پیروں سے بے پردگی"۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے شرک و بدعت کے خلاف جو جہاد شروع کیا تھا اس کے ایک اور سپہ سالار حضرت شاہ عبدالرحیمؒ ایک نہایت متشرع عالم تھے آپ ہی کے گھر کے چشم و چراغ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہیں۔ ہندوستان اس وقت سیاسی اور مذہبی دونوں اعتبارات سے آلودگی کا شکار تھا۔ آپ نے قرب و جوار کے مسلم بادشاہوں کو غیرت دلائی۔ درون خانہ جو بدامنی پھیلی ہوئی تھی وہ قیامت خیز تھی۔ شرک و بدعات اور دینِ الٰہی کے اثرات نے مسلمانوں کو خدا و رسول سے کوسوں دور کر دیا تھا۔ ایسے میں احمد شاہ ابدالی نے اس قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ حضرت شاہ صاحب کے

"سیاسی خطوط" بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان خطوط سے نہ صرف ملک و ملت کے لیے درد جھلکتا ہے بلکہ سیاسی بصیرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بڑی کوشش کی کہ مسلمانوں میں حنفیت، شافعیت، مالکیت و حنبلیت کے نام پر جو فروعی اختلافات ہیں انھیں دور کرکے خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر اتحاد پیدا کیا جائے۔ آپ نے مشائخ زمانہ اور صوفیائے عصر پر کڑی تنقید کرکے تصوف کی راہ سے آئے ہوئے غیر اسلامی عناصر کی نشاندہی کی اور تصوفِ اسلامی کی صراحت کی۔ آپ کی تصنیفات یوں تو ان گنت ہیں مگر ان میں حجۃ اللہ البالغہ، تفہیمات الٰہیہ اور ازالۃ الخفاء بہت مشہور ہیں۔ آپ نے تحقیق کرکے یہ ثابت کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت حسن بصریؒ میں ربط و تعلق نہیں رہا۔ مگر بعض علماء و مشائخ شاہ ولی اللہ کی اس تحقیق کے قائل نہیں کیوں کہ دیگر سلسلوں کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ علم لدنی (علم سینہ بہ سینہ) حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے راست سیکھا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیق سے اس روایت پر کاری ضرب پڑتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نہ مسلمان خوش تھے اور نہ غیر مسلم چنانچہ مسجد فتح پوری (دہلی) میں دورانِ درس آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا[۱] مغل دربار کے ایک شیعہ امیر نجف خاں نے حضرت شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا دیئے۔ (وہ ہاتھ جو ہمیشہ حق لکھا کرتے تھے اور قوم کے حق میں دعا کے لیے اٹھتے تھے) اور حضرت کے دو فرزندوں حضرات شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کو اپنی قلمرو سے نکال دیا۔ یہ دونوں حضرات اپنے خاندان کے ساتھ شاہدرہ تک پیدل آئے۔ (دہلی میں فتح پوری مسجد کے علاقے سے شاہدرہ کا فاصلہ تقریباً تیس کیلومیٹر ہے) ان کے خاندان پر جو مصیبتیں نازل کی گئیں اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ تمام مصیبتیں محض حق گوئی و بے باکی کا نتیجہ تھیں۔ ملت کا یہ حال اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے کہ کوئی تحقیقی نوعیت کی مدلل بات بھی سنتی ہے تو نہ صرف اسے ماننے میں تامل ہوتا ہے بلکہ اس کے رد میں غیر اخلاقی حدوں کو چھو لیتی ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو تذکرہ شاہ ولی اللہ۔ مرتبہ ادارہ "الفرقان" لکھنؤ ۱۹۴۰ء/۱۳۶۰ھ
۱۸۹

حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادوں نے صرف تصنیف و تالیف کا کام ہی نہیں کیا بلکہ انگریزوں کے خلاف اور غیر اسلامی طاقتوں کے خلاف باضابطہ جہاد بھی کیا۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تحریک جہاد کی بنیاد ڈالی جو تمام تر متشرع عالموں اور صالح نوجوانوں پر مبنی تھی۔ کچھ غیروں کی سازش اور کچھ "اپنوں کی مہربانی" سے یہ تحریک ختم ہوگئی۔ نام نہاد مسلمانوں کے وظیفہ خوار علماء نے جہاد کے خلاف فتوے دیئے اور مسلمانوں کو جہاد سے روک کر ان کی غلامی کی زندگی بڑھادی۔ استواء علی العرش، حیات النبی، خلق قرآن وغیرہ فروعی مسائل چھیڑ کر مسلمانوں کو ان کے منصب سے ہٹادیا۔ آج بھی یہ کام بعض علماء انجام دے ہی رہے ہیں۔ انگریزوں نے اس تحریکِ جہاد کو محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے جوڑ کر اسے "وہابی تحریک" کا نام دیا۔ عام بدعتی ایمان فروشوں نے بھی انگریزوں کے ہمنوا ہو کر اس تحریک کو نقصان پہنچایا۔

شاہ ولی اللہ کے چار بیٹے حضرات شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ تھے۔ ان میں شاہ عبدالغنیؒ نے عمر بہت کم پائی۔ اس کا تدارک اللہ نے آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے فرمایا۔ تصوف پر آپ کی کتاب "عبقات" اور شرک و بدعت کے رد میں "تقویۃ الایمان" مشہور زمانہ ہے۔ مشہور شاعر مومن خاں مومن (دہلوی) اسی گھر سے فیض اٹھانے والوں میں رہے ہیں۔ حضرت مظہر جانِ جاناں بھی نقش بندیہ سلسلے کے صوفی شاعر گزرے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے چاروں صاحبزادوں کے مزارات مہدیان کے قبرستان میں پہلو بہ پہلو ہیں۔ مہدیان کا علاقہ جس گیٹ سے شروع ہوتا ہے وہاں چھوٹی سی تختی لگی ہوئی ہے جس پر لکھا ہے ــــ "درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ"۔ "درگاہ" کا لفظ دیکھ کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی مگر جب مزارات کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام مزارات بالکل ہی عام آدمیوں کے مزارات کی طرح ہیں۔ باضابطہ ہدایات لکھی ہوئی ہیں کہ "یہاں چراغ جلانا یا اگربتی سلگانا منع ہے"۔ عورتوں کے داخلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس جگہ "مدرسۂ رحیمیہ" ہے جہاں درسِ قرآن و درسِ حدیث کا باضابطہ انتظام ہے قریب ہی مسجد ہے۔ مسجد کے باب الداخلہ پر جلی حروف میں "ایاک نعبد وایاک نستعین" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مانگتے ہیں) لکھا ہوا ہے۔ ورنہ بزرگانِ دین

کے مزارات کے ساتھ ہند و پاک سے لے کر بغداد تک جو سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ سب پر روشن ہے۔ حدیہ کہ تاج محل میں شاہ جہاں اور ممتاز کا عرسِ شریف بھی ہر سال ہوا کرتا ہے اور لوگ سکندرہ میں واقع اکبر کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھا کرتے ہیں۔

نقش بندیہ سلسلے کو عوام اور مشائخ دونوں عموماً ناپسند کرتے ہیں۔ عام آدمی اس سلسلے میں داخل ہونے کی کوشش بھی نہیں کرتا کہ یہ ٹھوس علمی میدان ہے۔ یہ تصنیف و تالیف سے عبارت ہے۔ حق گوئی و بے باکی کی تعلیم دیتا ہے۔ رسومات و بدعات سے حتی الامکان دور رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں نہ چاشنیاں ہی پائی جاتی ہیں نہ چکا چوند روشنیاں ہی ہوتی ہیں۔

نقش بندیہ سلسلے کے تین بزرگ مظہر جان جاناں، حضرت غلام علی شاہ اور حضرت ابو سعید ابوالخیر کے سجادہ نشین مفتی ابوالحسن زید فاروقی مجددی ہیں۔ آپ نے مصر میں بھی تعلیم پائی۔ آپ نے عالم اسلام کے بہت بڑے مجتہد امام ابنِ تیمیہؒ کے بعض خیالات سے اختلاف کیا ہے اور اپنے ہی سلسلے کے مایۂ ناز بزرگ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے کی آبرو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر بھی تنقید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو "مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان")[1]

حیدرآباد میں نقش بندیہ سلسلہ کے بانی غلام علی شاہ صاحب کے خلیفہ حضرت سعد اللہ شاہ صاحب ہیں جن کا مزار گھانسی بازار میں ہے۔ حضرت سعد اللہؒ کے دو خلیفہ تھے، پیر سید محمد بخاری اور حضرت مسکین شاہ صاحب۔ مسکین صاحب کے سلسلے سے تحسین شاہ صاحب ان کے بعد یٰسین شاہ صاحب ان کے بعد تسکین شاہ صاحب ہیں۔ ان کے بعد تحسین شاہ ثانی (محمد بہاء الدین صدیقی) ہیں۔ یہ صاحب ماحیِ بدعات حافظ محمد علی حسینی کے ہم زلف ہیں۔

حضرت سعد اللہ کے دوسرے خلیفہ پیر سید محمد بخاری المعروف بخاری شاہ صاحب ہیں۔ انہی کے خلیفہ حضرت عبد اللہ شاہ صاحب (نل درگ، عثمان آباد ضلع) ہیں۔ آپ نے حیدرآباد میں نقش بندیہ سلسلہ کو بہت آگے بڑھایا۔ حضرت عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ طبعًا نہایت متقی پرہیزگار اور بہت بڑے فقہی عالم تھے اور محدثِ دکن بھی کہلاتے

---

[1] حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی، مہتمم جامعہ رحیمیہ، مہدیاں، نئی دہلی ۲ نے اس کتاب کا جواب مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد" نامی کتاب میں دیا ہے۔

تھے ۔ ان کی کئی تصانیف خاص وعام میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ زندگی بھر آپ نے مسلک حنفی کی بڑی خدمت کی آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے احادیث کے مجموعوں سے ایسی احادیث جمع کیں جن سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے اور جو زجاجۃ المصابیح کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئیں۔ احادیث کا یہ مجموعہ مشکوٰۃ کے بالمقابل ترتیب دیا گیا ہے۔ آپ نے بڑے دلچسپ پیرائے میں یوسف وزلیخا کی کہانی بھی لکھی جو "یوسف نامہ" کے نام سے شائع ہوئی اس کتاب کی ترتیب میں آپ نے اسرائیلیات سے بھی استفادہ کیا۔ میلاد نامہ اور شہادت نامہ میں (شہادتِ امام حسین سے متعلق کربلا کے واقعات) اور گلزار اولیاء میں نقشبندی سلسلے کے بزرگوں کے حالات اور معراج نامہ میں معراج کے واقعات آپ نے دلچسپ انداز میں تحریر کیے زندگی بھر آپ کی خانقاہ میں علم کا چراغ جلتا رہا اب آپ کے مزار پر بھی چراغاں کیا جاتا ہے۔ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جلوسِ جنازہ میں بلا لحاظِ مذہب وملت تقریباً سارا حیدرآباد شریک تھا۔ آپ کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھنے والی کوئی اہم شخصیت دکھائی نہیں دیتی۔

حیدرآباد میں ان سلسلوں کے علاوہ بھی بعض اور خانقاہیں ہیں جو اپنے اپنے مسالک کا کام کیے جا رہی ہیں۔ جیسے دیندار انجمن جو "خانقاہِ سرورِ عالم" کے نام سے مہدی پٹنم روڈ پر قائم ہے اس سلسلے کے بانی شری سید صدیق حسین دیندار المعروف "صدیق دین دار چن بشیشور" ہیں جنھوں نے لنگایتوں اور دلتوں میں تبلیغ کی۔ ہر سال اس خانقاہ کے بانی کا عرس رجب میں منایا جاتا ہے اور مختلف مذاہب کے سرکردہ علماء کو دعوتِ خطاب دی جاتی ہے۔

احمدیوں اور قادیانیوں کا سلسلہ بھی حیدرآباد میں در آیا۔ اس مسلک کے بانی شری غلام احمد قادیانی تھے۔ دکن میں اسے مستحکم کرنے والوں میں میر سعید صاحب (جن کا مسکن میر جملہ کنٹہ پر تھا) اور علاء الدین گھرانے کی ایک متمول شخصیت سری عبداللہ علاء الدین کی محنتوں کو بڑا دخل ہے۔ پاکستان میں اس سلسلے کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سب پر ظاہر ہے۔ سر ظفر اللہ اور نوبل انعام یافتہ سائنس داں عبدالسلام صاحب اسی سلسلے کے مشاہیر ہیں۔ اشفاق مسود بھی کبھی اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے آج کل سلفی العقیدہ ہیں اور دینِ حنیف کی اشاعت میں درمے سخنے سرگرم ہیں۔

حیدرآباد میں مہدوی سلسلے کی خانقاہیں بھی اپنے مسلک ومذہب کی تبلیغ واشاعت

کا کام کر رہی ہیں جنھیں گوڑہ اور مشیر آباد میں یہ آباد ہیں۔ اس سلسلے کے بانی حضرت سید محمد جون پوری تھے جنھوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا۔ بہادر یار جنگ، پروفیسر عالم خوندمیری، جسٹس سردار علی خاں اور طالب خوندمیری اس سلسلے کی ممتاز شخصیتیں ہیں۔ عموماً یہ لوگ آپس ہی میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ یہ اپنے اپنے دائروں میں مصروف ہیں۔

ان کے علاوہ بے شمار چھوٹی بڑی خانقاہیں ہیں جو اپنے بانیان کی یادگار ہو کے رہ گئی ہیں اور جو شہر کے مختلف حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں جہاں اب ان کے بانی میانی حضرات کے مزار ہی رہ گئے ہیں۔ ہر برس پابندی سے عرس ہوا کرتا ہے۔ سماع ہوتا ہے۔ بڑی گہما گہمی رہتی ہے۔ چشتیہ سلسلہ میں جہاں قوالی کی بڑی اہمیت ہے وہیں نقش بندیہ سلسلہ ذکر واشغال پر زور دیتا ہے۔

حیدرآباد میں ان خانقاہوں کے دم سے بڑی ہنگامہ آرائی رہا کرتی تھی۔ مگر اب سماجی، سیاسی اور علمی انقلاب کی وجہ سے ان خانقاہوں کا اثر و نفوذ کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔

مولانا سید جلال الدین عمری کی تصنیف
اسلام اور وحدتِ بنی آدم کا انگریزی ترجمہ

Islam & Unity of Mankind

ڈاکٹر محمد رفعت کے قلم سے۔ جس میں درج ذیل مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔
○ انسانی سماج میں انتشار کے اسباب کیا ہیں؟ ○ غلط اور محدود مقاصد زندگی کے نتائج کیا ہیں؟ ○ انسانی وحدت کی اسلامی بنیاد کیا ہے؟ ○ عالمی برادری کے تصور کی خامیاں کیا ہیں؟ ○ انسانی معاشرہ میں اتحاد و یکجہتی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟ ○ انسانی تفوق و امتیاز کی اصل بنیاد کیا ہو سکتی ہے؟ ○ انسانی اجتماعیت کو کون سی چیزیں پارہ پارہ کرتی ہیں۔ یہ وہ اہم مباحث ہیں جو اس کتاب کا حصہ ہیں۔ انتشار و افتراق کے شکار اس سماج میں اس کتاب کی اشاعت انسانیت کی ایک اہم خدمت ہے۔ ہندی میں اس کا ترجمہ इस्लाम और मानव एकता کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آفسٹ کی طباعت، قیمت: ۷ روپے انگریزی ترجمہ کی قیمت: ۷ روپے
پتہ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ